میں لیکن مدارسِ عربیہ کیلئے تو اپنی تعلیم کو حکومت کے اثر سے بالکل آزاد رکھنا اور بھی ضروری ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت خواہ مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی اور یا مشترکہ۔ بہرحال جب تک وہ خالص اسلامی طرز کی حکومت نہیں ہے اس کی سیاست بے لاگ اور بے غل و غش نہیں ہو سکتی اور مدارسِ عربیہ کیلئے ایسی تعلیم درکار ہے جو ہر قسم کے بیرونی اثر اور خارجی عمل دخل سے یکسر آزاد ہو۔ خوشی کی بات ہے کہ دار العلوم دیوبند ایسی چند درسگاہیں اب تک حکومتی اثرات سے آزاد ہیں لیکن اب ملک میں نیشنل گورنمنٹ قائم ہے۔ اس لفظ "نیشنل" سے ہماری پرانی درسگاہوں کو دھوکہ نہ ہونا چاہیئے۔ یہ گورنمنٹ نیشنل ضرور ہے لیکن وہ "اسلامک" نہیں ہے اور ہماری تعلیم کسی نیشنلزم کی ہرگز پابند نہیں ہو سکتی۔

آنریبل مولانا ابو الکلام آزاد وزیر تعلیم مرکزی حکومت نے بہت اچھا کیا کہ اس قسم کے شبہ کو دور کرنے کے لئے لکھنؤ میں اجتماع کے بعد ہی ایک بیان میں فرما دیا کہ انھوں نے اجتماع میں جو تقریر کی تھی وہ وزیر تعلیم ہونے کی حیثیت سے نہیں کی تھی! کوئی وجہ نہیں کہ مولانا کے اس بیان پر اعتماد نہ کیا جائے خصوصاً جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ مدارسِ عربیہ کی اصلاح و تجدید مولانا کا آج کا نہیں۔ ایک عرصہ دراز کا خواب ہے اور اب یہ خواب خوابِ پریشاں نہیں رہا۔ بلکہ رویائے صالحہ بن چکا ہے لیکن اگر مولانا علمائے دین کو یو۔ پی گورنمنٹ کے کونسل چیمبر کے بجائے لکھنؤ کے کسی عربی مدرسہ یا کسی مسجد میں مجتمع ہونے کی دعوت دیتے اور وہاں تقریر فرماتے تو مولانا کا مذکورہ بالا بیان اور زیادہ مؤثر ہوتا اور بعض "اگلے وقتوں" کے عادی علما کو کونسل چیمبر میں جانے سے جو وحشت ہوئی وہ نہ ہوتی۔

ہمارے بعض احباب ہماری زبان سے اصلاحِ مدارسِ عربیہ کا مطالبہ سنتے ہیں تو انھیں گمان ہوتا ہے کہ ہم نصابِ تعلیم کی اصلاح کے ساتھ مدارس کے نظامِ تمدن کو بھی یونیورسٹیوں کے نظامِ تمدن کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ واضح رہنا چاہیئے کہ اس طرح کا خیال ایک غلط بدگمانی سے زیادہ وقیع نہیں ہے۔ ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ درسگاہوں میں ٹاٹ یا دری کے فرش اور تپائیوں کی جگہ میزوں اور کرسیوں کا انتظام کیا جائے۔ اور طلبا کو سادہ اور کم خرچ لباس پہننے کی بجائے جدید وضع کا اور گراں لباس پہننے کا تکلف کیا جائے علوم دینیہ اسلامیہ ان بزرگوں کی مبارک میراث ہیں جو اگرچہ دبدبہ و حشم کے اعتبار سے کسی فرمانروا سے کم نہ تھے مگر ان کے گھر کا اثاثہ بقول مولانا شبلی کے "بوریائیست کہ در کلبۂ احزاں دارم" کا مصداق ہوتا تھا۔ اس بنا پر ان علوم کی تدریس و تعلیم کی شان اسی میں ہے کہ اس سادگی کو قائم رکھا جائے۔ مگر ہاں سادگی کے ساتھ صفائی

۴ اور جب تو مدنی ضروریات سے علم ان اثرات سے پاک نہیں جو نوجوان ان درسگاہوں کی تعلیم پا کر نکلیں گے وہ سب شتر بے مہار کا مصداق ہوں گے۔ یعنون ... + یسعون فی الارض فسادا ...